ریشم (رقز)، ریشمی کپڑا، بندق نام کا گرمی دار میوہ، اخروٹ۔

وَزَگ (ہیطل) سے:۔ عمدہ قسم کے نمدے، چست کوٹ۔

بنکمث سے:۔ ترکستانی کپڑا۔

شاش سے:۔ کیمخت نامی کھردرے چمڑے کی بنی ہوئی زینیں، ترکش، خیمے ترکستان کے جانوروں کی مدبوغہ کھالیں، تہبند، جانمازیں، بیج، عمدہ قسم کی کمانیں، گھٹیا درجہ کی سوئیاں، روئی، قینچیاں، زربفت وغیرہ کی کلیاں اور پھول جو قمیصوں پر ٹانکے جاتے تھے، (بنبقات)۔

فرغانہ اور اسبیجاب سے:۔ ترکی غلام، سفید رنگ کا کپڑا، تلواریں، ہتھیاروں سے متعلقہ سامان، تانبا، لوہا۔

طراز سے:۔ بکری کی کھالیں۔

شلجی سے:۔ چاندی۔

ترکستان اور ختل سے:۔ گھوڑے، خچر۔

دانشجرد (ہیطل) سے:۔ عمدہ قسم کا زعفران۔

ہیطل اور خراسان کی بے نظیر چیزیں

نیسابور:۔ دیباج (زرکار ریشمی کپڑا جس کے پلو پر قیمتی کام ہوتا تھا) طراز زرکار قیمتی ریشم جس سے شاہی خلعت بنائے جاتے تھے) ایک قسم کی کھانے کی مٹی، کھمبی، شہجانی ؟، سوئیاں، چاقو، ریباس نام کی لذیذ ترکاری جو بڑے لوگ کچی کھاتے تھے۔

مرو شاہجان:۔ دودھ دوہنے کے برتن، اشترغاز (درخت ہینگ کی جڑ) تربوز، روئی، کپڑا۔

بخارا:- ہر قسم کا گوشت، سلاف نامی تربوز۔

خوارزم:- کمانیں۔

شاش:- تھالیاں یا بڑے پیالے۔

سمرقند:- کاغذ۔

نسا:- بینگن۔

ہراۃ:- انگور[1]

معدنیات

ہیطل اور خراسان میں بہت سی کانیں تھیں۔

نیساپور:- فیروزہ، بہنج (ایک سیاہ فام پتھر جس سے انگوٹھی کے نگینے اور دوسری چیزیں بنائی جاتی تھیں)، سنگ مرمر۔

بدخشاں:- انگوٹھیوں کے نگ، سنگ لاجورد، سنگ بلور، سنگ بازہر، حجر الفتیلہ (اس کی چراغ کی بتیاں اور دسترخوان بنائے جاتے تھے)

پروان، بنجہیر، شلجی:-

(شلجی) (ایک پہاڑی علاقہ جو فرغانہ تک پھیلا ہوا تھا) چاندی کی بہت سی کانیں تھیں۔

ایلاق:- نوشادر، سونا، چاندی، ذوالفار (چاندی کا دھواں)۔

سیاح نے لکھا ہے کہ ہیطل کے علاقہ میں پیٹرول اور فیروزہ کی کانیں تھیں مگر مختلف دقتوں کی وجہ سے وہاں کھدائی نہیں کی جاتی تھی۔ اس علاقہ میں تارکول اور رال بھی پایا جاتا تھا۔

زوزن:- کھانے کی مٹی۔

---

[1] مقدسی ص۳۲۴ و ص۳۲۶

ترکوں میں مذہبی احساسات کی بیداری

از

(ہاورڈ، اے، ریڈ، ناظر ادارہ مطالعات اسلامی، میک گل یونیورسٹی)

مترجمہ

(کپتان محمد قطب الدین احمد صاحب، بی۔ اے)

(۲)

دوسری متوازی کوشش اس سلسلہ میں یہ کی گئی ہے کہ مختلف صوبائی مرکزوں قیصریہ ازمیر، اور قونیہ وغیرہ جیسے مقامات پر خطیب اور اماموں کی تعلیم کے لئے پندرہ مدارس قایم کئے گئے ہیں۔ ان کی حیثیت ثانوی مدارس کی سی ہے، جس میں ۵۵ فی صد عام تعلیمی نصاب رکھا گیا ہے، عربی کی تعلیم، تلاوت قرآن، اور خالص دینی علوم نصاب نامہ کے بقیہ ۴۵ فی صد حصہ پر حاوی ہیں۔ یہ چیز خاص اہمیت رکھتی ہے کہ یہ مدارس نظارت امور مذہبی کے بجائے وزارت تعلیم کے زیر نگرانی ہیں۔ ان کے صدر مدرسوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط برتی جاتی ہے، یہ ایسے قابل افراد پر مشتمل ہوتے ہیں جن کی تعلیم کلیتاً آزادانہ علوم میں ہوئی ہو اور اگر ان کی کوئی مذہبی تعلیم ہوئی بھی ہو تو وہ ایک معمولی حیثیت رکھتی ہو۔ جن لوگوں کی بابت میں نے اظہار خیال کیا ہے وہ اس بات کے شدید آرزومند ہیں کہ اس نازک صورت حال میں کوئی تعمیری کام انجام دیں۔ یہ جہل و لاعلمی کے ان چھپے خطروں اور ردعمل سے بخوبی واقف ہیں جو ان کی راہ میں حائل ہیں۔ جو طالب علم ان مدرسوں میں شریک ہوتے ہیں ان میں کی ایک زائد تعداد دیہاتی بچوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ نسبتاً مالدار زراعت پیشہ طبقہ کی اولاد ہوتے ہیں، جو اپنے بچوں کو ان والدین کے مقابلہ میں جو اتنے متمول نہیں ہوتے، آسانی کے ساتھ تعلیم کے لئے چھوڑ سکتے ہیں۔

قیصریہ اور قونیہ جیسے شہروں اور ازمیر جیسے ملحدانہ مقام پر بھی ان جدید دینی مدارس کا عوام کی طرف سے کھلے دل سے استقبال کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر شہر میں مدرسوں کی تعمیر اور تعلیم کو فروغ دینے کے لئے خانگی انجمنیں ترتیب دی گئی ہیں، جو سرمایہ کی فراہمی، قطعاتِ ارض کے حصول، اور دیگر ساز و سامان کا انتظام کر رہی ہیں۔ قیصریہ میں زائد از نوے ہزار ترکی لیرا (تقریباً ۳۲ ہزار ڈالر)، اور قونیہ میں زائد از ایک لاکھ پندرہ ہزار ترکی لیرا (تخمیناً ۴۱ ہزار ڈالر) کی معتد بہ رقم وہاں کے دینی مدارس کی اعانت و توسیع کے لئے خانگی طور پر فراہم کی گئی ہے اعلیٰ ثانوی مدارس جن کا درجہ نظامِ تعلیم میں دوسرا ہے اب تک ان میں دینی تعلیم کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں کیا گیا لیکن اس کے امکانات پر غور و خوض جاری ہے۔

جامعہ انقرہ، جس کو ۱۹۴۶ء میں ایک علیحدہ آزاد حیثیت حاصل ہو چکی ہے، یہاں ایک جدید شعبۂ دینیات کا قیام ۱۹۴۹ء میں عمل میں لایا گیا ہے، جو اس وقت مدرسہ سیاسیات سے متصل ایک خوشنما عمارت میں قائم ہے اس کو اپنی اس تحریک میں برسرِ اقتدار عوامی جمہوری جماعت سے کافی مدد ملی ہے۔ یہ واحد شعبۂ دینیات ہے جو ترکی کو عطا ہوا۔ اس نے اس توازن کو دوبارہ بحال کیا جو ۱۹۳۳ء میں استنبول یونیورسٹی میں شعبۂ دینیات کی موقوفی سے رونما ہوا تھا۔ یہ سابقہ شعبۂ دینیات ۱۹۲۴ء میں قائم کیا گیا تھا، لیکن طلباء کی جو تعداد اس میں داخل ہوئی تھی وہ ۲۷-۱۹۲۶ء میں ۲۸۷ سے کم ہوتے ہوتے ۱۹۳۲ء میں صرف دس تک رہ گئی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے انقرہ کا یہ شعبۂ دینیات عالمِ اسلامی میں اپنی نوعیت کا ایک ہی ادارہ ہے خالص اسلامی آداب و ضوابط کے علاوہ یہاں مذاہب کے بالموازنہ مطالعہ اور اس کی تاریخ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اب یہ ایک بالکل آزاد شعبہ ہے جس کے ایک سہ ماہہ رسالہ کی اشاعت مجلہ شعبۂ دینیات کے نام سے جاری ہے اس مجلہ کو ترکی اور یورپ کے علمی حلقوں میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اس شعبہ کے ارکین نے تحقیقاتی منصوبات کے سلسلہ میں مصر، یورپ اور کناڈا کی سیاحت کی ہے۔ کوئی تین سو طالب علم و طالبات اس وقت زیرِ تعلیم ہیں۔

طیلسانوں کی پہلی جماعت جس نے ۱۹۵۳ء میں یہاں سے کامیابی حاصل کی ان کی مختلف شعبوں میں بحیثیت معلم، امام، اور اوقاف ولظارت امور مذہبی جیسے خصوصی عملہ کے لئے بڑی زبردست مانگ ہے۔ ۱۹۵۳ء کے اواخر میں حکومت نے یہ اعلان کیا کہ وہ انتخاب اور تعلیم وتربیت کے بعد ترکی کے ایک ہزار دیہاتوں کے لئے امام مہیا کرنے کا انتظام کرے گی۔

رجعت پسند تحریکات

ان اصلاحی تحریکات کے پہلو بہ پہلو قدرتاً رجعت پسندوں کا بھی نمود وظہور ہوتا رہا۔ ان میں کا سب سے زیادہ مشہور گروہ تیجانیوں (Tijanis) کا رہا ہے، جس کی بابت ترکوں کا بیان ہے کہ ابتداءً اس کا تعلق شمالی افریقہ کے درویشی نظام سے تھا۔ یہ قرآن کی اس آیت کی بنا پر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ	"مسلمانو! بلاشبہ شراب، جوا، معبودانِ باطل کے
وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ	نشان، اور پانسے شیطانی کاموں کی گندگی ہے
رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ	تو ان سے اجتناب کرو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو"
فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ-۹۲)	

اپنے متبعین کو جن کی زیادہ تعداد انقرہ اور اناطولیہ کے وسطی علاقوں میں پائی جاتی ہے، اس بات پر برانگیختہ کیا کہ وہ جاندار مخلوق خاص کر اتاترک کے مجسموں کو مسمار کر ڈالیں کیوں کہ اس قسم کی تمثالات کا اسلام میں کوئی مقام نہیں۔ ترکی میں اس گروہ کے حالات کا واضح طور پر تعین نہیں کیا جا سکتا، لیکن غالباً اس کا آغاز جنگ عظیم اول کے عین قبل یا دوران یا اس کے خاتمہ پر ہوا۔ ۱۹۴۵ء کے بعد یہ گروہ روپوش ہو گیا، اور جنگ عظیم ثانی کے اختتام پر یہ پھر دوبارہ نمایاں ہوا جب کہ انقرہ کے ایک تجارت پیشہ شخص نے، جس نے قانون کی تعلیم پائی تھی اپنے اطراف میں ان کو جمع کرنا شروع کیا اور خود ان کا پیشوا بن بیٹھا۔ یہ تیجانی لیڈر کمال پلاوگلو (Pila voglu) ایک صاحبِ ثروت اور حوصلہ مند آدمی تھا۔ یہ بظاہر اپنے متبعین کے اندھے جوش وخروش کو اپنے مادی وسیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ پولیس

کے ساتھ متعدد جھڑپوں، بعض مجسموں کی تخریب و بربادی، اور بعض کی توہین و بے حرمتی کے بعد حکومت نے بِلاو گلو اور اس کے سربرآوردہ ساتھیوں کو نظر بند کر دیا۔ جولائی ۱۹۵۲ء میں ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ مختلف خلاف ورزیوں اور قانون شکنیوں کے سلسلے میں انھیں پانچ سال سے دس سال تک سزا دی گئی جن میں سے بعض کو مشقت کے ساتھ تھی اس کے بعد تیجانیوں کی بابت کچھ سننے میں نہیں آیا، البتہ یہ کہا جاتا ہے کہ بعض اس کی توقع رکھتے ہیں کہ معجزانہ طریق پر ان کا دوبارہ ظہور ہوگا اور جہد و یانہ انداز میں ان کے پیشوا کی غیب سے نصرت و تائید کی جاتی گی۔

دیگر درویشی نظامات علی الخصوص نقشبندیہ کی سرگرمیاں ترکی میں جاری ہیں۔ ۳ر فروری ۱۹۵۴ء میں ماردین کے مقام پر کسی ممنوعہ مذہبی رسم کی ادائی میں سترہ نقشبندی لیڈروں کو ترکی کے مختلف مقامات پر گرفتار کیا گیا۔ چند ماہ قبل بکتاشیوں (Bektashis) کا ایک مبیّنہ اجتماع ہوا تھا جس کو استنبول پولیس نے غیر آئینی قرار دے کر روک دیا۔ نوجوانوں کی ایک خاصی تعداد سن رسیدہ لوگوں کے دوش بدوش مقطع ریش و بروت کے ساتھ لانبے کوٹ اور عبا پہنے ہوتے نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ اپنی ڈاڑھی اور مونچھ علما، اور درویش کی طرز پر رکھتے ہیں اور بجائے مغربی چھجے دار ٹوپیوں کے، جن کا حکم ۱۹۲۵ء میں دیا گیا تھا فوجی طاقیے (Berets) استعمال کرتے ہیں۔

بدقسمتی سے بعض مخلص اور دیگر غیر محتاط قائدین اور اہل صحافت اس امر کے کوشاں ہیں کہ مذہب کے ساتھ دلچسپی اور اسلام کے ساتھ ناواقفیت کے اس امتزاج کے رخ کو اپنے مفادات کی جانب پھیر دیں۔ ان میں کی ایک رسوائے عالم شخصیت نجیب فاضل کِساکورک (Kisakurek) کی ہے۔ یہ ایک قابل شاعر ہے، اور انتہا درجہ رجعت پسند اور متعصبانہ اخبار ینی بیوک دوغو (Yeni Buyuk Dogu) 'شاندار مشرق جدید' کا ایڈیٹر ہے اپنے ناشائستہ حرکات کے سبب یہ متعدد بار نظر بند کیا گیا۔ بایں ہمہ یہ اپنے سادہ لوح قارئین کے نزدیک روحانی تاثیر و فیضان کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔ ۱۹۵۲ء تک قصبات و مفصلات میں اس

کے اخبار کی بڑی وسیع اشاعت تقسیم تھی۔ کچھ مدت تک اس کا اخبار گورنمنٹ کے دئے ہوئے اعلانات کی اشاعت کرتا رہا، اور یہ خود جمہوری جماعت کی تائید و حمایت کا دعویدار تھا اس کے بعد سے یہ نظر بند ہے اور اس کا اخبار اس شبۂ الزام میں مسدود کردیا گیا کہ نوجوانوں کی ایک جماعت نے، جو سمجھا جاتا ہے کہ اس کے اشتعال انگیز تحریرات سے متاثر ہو کر ترکی کے ایک سربرآوردہ حریت پسند اور نہایت تجربہ کار جریدہ نگار احمد امین یلمان پر نومبر ۱۹۵۲ء میں قاتلانہ حملہ کیا تھا۔

دیگر دلیرانہ کام، اصلی یا نقلی اسلامی مستند کتابوں کی نشر و اشاعت اور تصنیفی مسارفت کے اختیار کئے گئے، لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ اکثر و بیشتر اس نوعیت کی چیزیں الحاق کی گئیں جن سے ان کے اصل مصنفین بالکل لاعلم تھے ان کے ناشرین کی طرف سے یہ اس لئے داخل کی گئیں تاکہ ان کے قارئین کے خام یا تنگ نظر احساسات کو ابھارا جائے۔ طبع و اشاعت کا ایک زائد حصہ قرآن کے ترجموں پر مرکوز کیا گیا۔ اوراد و وظائف کی کتابیں بڑی دیدہ زیبی کے ساتھ لیکن ایسے عربی خط میں شائع کی گئیں جو پڑھا نہ جا سکے۔ یہ زیادہ تر آرائش و زینت یا نقشوں کے طور پر استعمال کے لئے تھیں فحش کتابوں کو مقدس و متبرک رنگ روپ دے کر پیش کیا گیا اور گھوم پھر کر بیچنے والوں کے ذریعہ اعلیٰ داموں یا حسب استطاعت ہر قیمت پر دیہاتی علاقوں میں انھیں فروخت کیا گیا۔ فروری ۱۹۵۳ء میں ایک معتبر اخبار نے سند و شہادت کے ساتھ ان ناجائز طریقوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اس بنا پر پولیس کی طرف سے طبع و اشاعت کے تحفظات کی طمانیت کے ساتھ اس قسم کی فریب کاریوں کے سدباب کے لئے مناسب کارروائی اختیار کی گئی۔ پولیس نے یہاں تک اس معاملہ میں احتیاط برتی کہ عربی رسم الخط میں جو مخطوطات اور مطبوعات ۱۹۵۳ء کے موسم حج میں حجاج اپنے ہمراہ لائے تھے ان پر نگرانی اور سخت احتساب قایم کر دیا۔ تمام بے ضرر کتابیں ان کے مالکوں کو واپس کر دی گئیں اور بقیہ کو ضبط کر لیا گیا۔ اس احتساب کی اصل ذمہ داری نظارت امور مذہبی کے نمائندوں کو تفویض کی گئی۔

یلمان پر قاتلانہ حملہ کے بعد سے ہر دو عظیم سیاسی جماعتوں نے اس جاہلانہ ردّ عمل کے خطرہ

کو بخوبی محسوس کیا۔ سابق صدر جمہوریہ عصمت انونو اور وزیر اعظم مندرس نے کچھ عرصہ تک ان باہمی اختلافات کو ہم آہنگ کرنے میں رہنمائی کی، اور ایسے داخلی رجعت پسندانہ خطرات کے خلاف متحدہ طور پر موثر کارروائی اختیار کی گئی۔ عمومی جماعت سے متعدد نمائندوں کا اخراج اس وجہ سے عمل میں لایا گیا کہ وہ اپنے ملک کے لئے اور اپنے جماعتی لائحہ عمل میں اسلام کی حیثیت سے متعلق انتہا پسند خیالات کے حامل تھے۔ دوسری طرف حکمت بایور (Bayar) سابقہ ملی جماعت کا رکن تھا، جو ابتداءً منحرف عمومیت پسندوں پر مشتمل تھی، اور جس کو حالیہ انتخابی مہم میں طرفداران عمومیت کی طرف سے سرگرمانہ حمایت و تائید حاصل ہوئی ہے۔

قوم کا موجودہ مزاج

ایک دوسری انتہائی نازک اور حد درجہ اہم سطح پر ہم ایسی جماعتوں کے نمود و ظہور کا ذکر کریں گے جو مذہب کے زیر اثر اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں خلوص دل کے ساتھ روحانی اصلاح و ہدایت کے آرزومند ہیں۔ یہ کسی بزرگ کی ذات یا کسی قابل احترام شخصیت سے خود کو وابستہ کئے ہوئے ہیں، جو ان کے لئے بطور ایک نمونہ و مثال کے ہے۔ اس قسم کی ایک خدا رسیدہ اور محترم شخصیت کا اظہار اس وقت بلا کسی پس و پیش کیا جا سکتا ہے کیوں کہ مارچ ۱۹۵۳ء میں یہ ایک دوسرے عالم میں پہنچ چکی ہے۔ یہ بزرگ شخصیت عمر فوزی ماردین کی ہے ۱۹۰۸ء سے قبل یہ مقدونیہ میں انجمن اتحاد و ترقی کی انقلابی جماعت کے اولین رکن تھے جنگ عظیم اول میں یہ ایک ممتاز اشاف افسر اور کرنل رہ چکے تھے۔ بحر وسط الارض میں کروزر ([illegible]) حمیدیہ کی دریا نوردیوں کے دوران میں شروع سے آخر تک نہایت حیرت انگیز طریقہ پر رسد رسانی کا کام انجام دیتے رہے، جو ان کے مشہور دوست کیپٹن رؤف آربے کے زیر کمان تھا۔ اگرچہ ان کا ایک لڑکا بڑا متمول تاجر تھا اس کے علاوہ وہ اپنے کئی ذی ثروت اور ذی اثر بزرگوں سے مدد بھی حاصل کر سکتے تھے، لیکن یہ بے نفس و غیور مسلمان کادی کوئی (Kadikoy) کے

حوالی میں، جو استنبول کے مضافات سے ہے، ایک دو منزلہ مکان کے گوشہ میں اپنی سادہ اور محتاط زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس کی خدمت میں چند معتقدین ہر وقت حاضر رہتے اور یہ اپنا سارا وقت قرآن کی آزادانہ تفسیر، کتب ادعیہ کی تسوید، اور اہل کتاب علی الخصوص مسلمان، یہودی اور عیسائیوں کو باہمی اتحاد و دوستی کی طرف بلاتا رہتا تھا۔ وہ اپنے کثیر التعداد پیروؤں کو اس بات کی پند و موعظت کرتا رہتا کہ وہ ایک پاکیزہ، عبادت گزار، اور خود فرد شانہ زندگی بسر کریں۔ اس بات پر اُسے کامل یقین تھا کہ ایک خاص خدمت اس کے لئے تفویض کی گئی ہے۔ اور اسے بعض اوقات خدا کی طرف سے چند عبارات لکھنے یا بعض دیگر عبارتوں کی جدید تشریح و توضیح کا الہام ہوتا ہے۔ اس کے تعلقات لوئی میسی نون جیسے مستشرقین سے تھے، جو مشہور کیتھولک عالم ہے۔ بعض یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی اس کے دوستانہ تعلقات تھے اس کی مصنفات، جن کی اشاعت کا انتظام اس کے احباب کیا کرتے تھے، ان کے دیکھنے سے اس کے علم و عرفان، اور اسلام اور دیگر تمام توحیدی مذاہب کے تجدید و احیاء کی شدید خواہش کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے چند متبعین، جن سے کہ میں واقف ہوں، ان کی زندگیوں اور طرز و روش پر اس کا گہرا اثر نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ عمر فوزی مار دین میں قطعی طور پر کسی قدر متصوفانہ رنگ ضرور تھا۔ بعض ترک احباب سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ اس کے جیسے بہت سے لوگ جو تمام کے تمام صوفی منش ہیں، اعلیٰ ثانوی اور جامعاتی طلبا میں اپنے بہت سے متبعین رکھتے ہیں، جو ایک والہانہ مخصوص اور غیر متعصبانہ اسلامی عقیدہ کے متلاشی ہیں، جس کا نشان مسلمانوں کی رسمی زندگی میں انھیں کہیں نظر نہیں آتا۔ اس بات سے ترکوں کے مذہبی اندازِ فکر اور حالیہ دور میں عام اسلامی زندگی کی بابت ان کے قدیم امتیازی وصف کی شہادت ملتی ہے۔

مذہب سے متعلق یہ عام مقبولیت ان جدید مساجد اور عبادت گاہوں سے نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے جن کی داغ بیل نئی آبادیوں، خاص کر انقرہ، اور دیگر متعدد شہروں اور

قصبات میں کثرت کے ساتھ ڈالی جا رہی ہے۔ اہل قصبات کی طرف سے حالیہ زرعی خوشحالی کے دور میں مسجد کی تعمیر یا موجودہ عمارت میں ترمیم و اضافہ کو منصوبات قومی (Community Projects) میں اولین حیثیت دی گئی ہے۔

ترکی میں مذہب کے ساتھ روز افزوں واقفیت نے اہل سنت کے حکمراں طبقہ کو شیعہ فرقہ کی طرف سے بہت باخبر کر دیا ہے سرکاری اعداد و شمار میں ایک عرصہ تک تمام مسلمان بحیثیت اہل سنت کے محسوب کئے جاتے رہے، لیکن شیعہ کی تعداد کا صحیح اندازہ (۱۰) اور (۳۰) لاکھ کے درمیان کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی دیہات میں گشت لگائے تو اس کو بہت سے شیعہ نظر آئیں گے اور سنیوں کے ہم سایہ دیہات سے ان کی بابت بہت کچھ سننے میں آئے گا۔ جمہوری دور میں جنگ عظیم ثانی تک اسلام کے ساتھ بے حسی و بے اعتنائی کی جو پرورش کی گئی تھی اس کا ایک ذیلی نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ شیعہ سنی کے باہمی مناقشات فروغ نہ پا سکے۔ آج کل شدت پسند سنیوں کی طرف سے ان دیرینہ اختلافات کو پھر سے تازہ اور مشتعل کیا جا رہا ہے۔ نابینا اشیک ویسل (Ashik Veysel) جو ترکی کا مشہور اور مقبول عام مطرب شاعر ہے، سیواس کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا علوی ہے۔ ۱۹۵۰ء میں اس کی نظموں کی اشاعت میں دھوکہ دہی سے اس کو ایک دیندار اور پابند صلوٰۃ مسلمان بتلایا گیا ہے، ترکی میں جن کی بالعموم پابندی شیعہ نہیں کیا کرتے۔ تاہم یہ عنوان غالباً اس لئے تراشا گیا تھا کہ عام توجہ کو اپنی جانب مبذول کرایا جائے۔ یہ اس بات کی مزید ایک علامت ہے کہ ہر معاملہ میں یہاں مذہب کا کس قدر خیال رکھا جاتا ہے۔

ترکی میں اسلام کی موجودہ صورتِ حال نہایت امید افزا ہے۔ کوئی اس بات کی پیش گوئی نہیں کر سکتا کہ اس کی ترقی کس نہج پر ہوگی۔ قدامت و رجعت پسندی کے اتنے آثار ظاہر ہو چکے ہیں، جن پر ہر دو سیاسی پارٹیوں کے قائدین نے علی الاعلان اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ بعض لوگوں کو اس امر کا اندیشہ ہے کہ اتاترک کی اصلاحات اور لادینیت اور

انقلابیت کے اساسی اصولوں کو ان سے خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ گذشتہ تین سال کے دوران میں جمہوریت پسند ترکی کے کارناموں کی حفاظت و صیانت کی خاطر کئی ایک اعلانات جاری ہو چکے ہیں۔ ایک جدید سرگرم جماعت، جو خاص کر جامعات کے نوجوان اساتذہ اور متعلمین میں کام کر رہی ہے وہ دیورم اجاگی (Devrim Ocagi) "انجمن تحفظ تصورات انقلاب" ہے۔ یہ جماعت اتاترک کے کارناموں اور تصورات کی تلقین کرنا چاہتی ہے، تاکہ کسی قسم کے انحراف کا اس مقبول عام معیار کے ذریعہ انسداد کیا جا سکے۔ ترکی کی تاریخ انقلاب سے واقفیت و آگہی کے لئے ایک مخصوص نصاب ترتیب دیا گیا ہے، جو اس وقت نافذ العمل ہے۔ نونہالان قوم کو واقف کرانے اور ان میں احساس قومیت پیدا کرنے کی یہ قابلِ ستائش اور مخلصانہ کوششیں ہیں۔ جامعہ استنبول کی ذی اثر انجمن اتحاد طلبار نے اس عام مسئلہ کو ان مساعی کے ساتھ اختیار کیا ہے کہ وہ ایسی چیز کی تلقین کرے جس کو وہ ایک معینہ نظریہ یا جماعتی راہِ عمل سمجھتی ہے۔ اس نے خیالات پر قابو اور اختیار کے خطروں سے بھی خبردار کیا ہے، جس سے نہ صرف ترکی دستور کی خلاف ورزی ہوتی ہے بلکہ اس سے نازی جرمنی اور اشتراکی روس کے یک خیال و ہم رنگ نمونوں سے بھی مطابقت پیدا ہوتی ہے۔

نظارت امور مذہبی کے وجود اور اس کی سرگرمیوں کے خلاف بھی عامۃ الناس کو شکایتیں ہیں۔ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کیوں چند مفتیوں اور اماموں کو مامور کیا گیا، یہ ایک ایسی مملکت کو زیب نہیں دیتا جو غیر مذہبی ہونے کے ساتھ ان کی نگرانی کرے اور ان خدمات کی تنخواہیں ادا کرے۔ اس سرکاری محکمہ نے ہندوستانی مسلمان محمد علی کی مشہور کتاب "مذہب اسلام" کے ترجمہ و اشاعت کی منظوری دی ہے اور اظہر یونیورسٹی کے ابتدائی مذہبی مضامین کتابوں کا ترکی میں ترجمہ بھی شائع کیا ہے۔ یہ سوال کیا گیا ہے کہ کیوں ایک محصول ادا کنندہ کی رقم سے ایسے کاموں کی اعانت کی جائے، بعض ترکی مصنفین نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ غیر مسلم ترکی باشندے مقابلتاً مسلمان اکثریت کے کہیں زیادہ مذہبی آزادی سے شاد کام ہیں۔ دوسری

جانب وزیر اعظم کو اس بات پر سرزنش کی گئی کہ اس نے یونانی بطریق اور یہودی ربی کے ساتھ تصویر کھنچوائی، مگر ایوب صابری صدر محکمہ امور مذہبی کے ساتھ ایسی یگانگت برتی نہیں گئی۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے یہ طے کیا ہے کہ ترکی میں مسلمان اور عیسائی سیاحوں کے لئے جو قابلِ دید تاریخی آثار ہیں ان سے نفع اٹھانے اور غالباً اپنی بے تعصبی کا ثبوت دینے کے لئے اسٹامپ پر بی بی مریم کے روضہ کی تصویر اور بعض اسٹامپ پر ینی جامی (مسجد جدید) کا نقشہ پیش کیا گیا ہے، جو استنبول میں جسر غلاطہ کے جنوبی سرے پر واقع ہے۔

ہم اس سے قبل مجلہ شعبہ دینیات کا ذکر کر چکے ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں اس کی اولین اشاعت کے اداریہ کا عنوان "اسلامیین علم حلی، (اسلام کا سوال وجواب نامہ) تھا، جس کا لکھنے والا پروفیسر ضیاء یوروقان (Yörükan) ہے اس کو شعبہ دینیات میں تنہا پروفیسر ہونے کا بے مثال امتیاز حاصل ہے۔ اس سے قبل یہ سابقہ استنبول یونیورسٹی کے شعبہ دینیات میں درس و تعلیم کی خدمت انجام دے چکا ہے۔ ۱۹۵۳ء میں وزارت تعلیم نے اس مضمون کو شرح و بسط کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کرنے کی باقاعدہ منظوری دی تھی۔ اولاً اس کے ۲۵ ہزار نسخوں کی طباعت کا حکم دیا گیا۔ اگرچہ کہ مجھے شعبہ دینیات سے تعلق رکھنے والے کئی ایک حضرات سے یہ معلوم ہوا کہ اس وقت ترکی کا کوئی سرکاری مذہب نہیں ہے، مگر پھر بھی اس جدید کتاب کی کم از کم حیثیت نیم سرکاری ضرور سمجھی جاسکتی ہے۔ مقام و وقت اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کے مشمولات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے، مگر سرسری طور پر اس بات کا حوالہ خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس کے دیباچہ میں مصنف نے خدا کے لئے ترکی کا مخصوص لفظ تنری (Tanrı) استعمال کیا ہے، اور اصل متن میں ہر جگہ حسب دستور اللہ کا لفظ لایا گیا ہے۔ قرآن پر مبنی اور خالصاً مذہبی ہونے کے ساتھ یہ اپنے اسلوب اور طریق اظہار میں بے شبہ جدید اور ترکی رنگ لی ہوئی ہے۔

شعبہ دینیات کا یہ رسالہ حکمیاتی، تنقیدی اور جرأت پسند بھی ہے۔ اس کے پرچوں

کی مانگ بہت زیادہ ہے اور خوب لکھتا ہے۔ اب تک اس رسالہ میں، تنظیم فتوت کا مبداء و آغاز، اسلامی فنون و صنائع، قونیہ میں اسلامی نقش و نگار کے نادرۂ روزگار اثری اکتشافات، علم منطق، قدیم آل عثمان کی مذہبی تحریکات اور اسی قسم کے دیگر عنوانات پر مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ اس کی ایک دلچسپ خصوصیت خود اپنے اراکین کی تحقیقات پر ایک دوسرے کی بے لاگ تنقید ہے اس خصوص میں قابلِ ذکر وہ سلسلہ مضامین ہے جن میں ترکی کے قدیم بک تاشی درویش و ولی ساری سلتک (Sari saltik) کی تاریخِ حیات کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ اس شعبہ کے اراکین اپنے جماعتی تعلقات میں باہم اختلاف رکھتے ہیں سابق صدر پروفیسر سیوت کمال تیکن (Suut Kemal Yetkin) اور موجودہ برسرِ خدمت صدر محمد کراسان (Karasan) پارلیمان کے انتخاب کے لئے جمہوری اور عمومی جماعتوں کی طرف سے ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہو چکے ہیں۔ صدر کراسان نے نشست حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی اور اس وقت اپنے وطن ڈینزلی (Denizli) کے حلقۂ انتخاب کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ انھیں اس کے بعد اپنی علمی خدمت سے مستعفی ہونا پڑا۔ اور ارمئی کو بحیثیت صدر پروفیسر بیدی ضیا ایگی من (Bedi Ziya Egemen) ان کی جگہ مامور ہوئے۔ اس طرح پر شعبہ کا نقصان گویا پارلیمان کا نفع بن گیا۔ یہ ۱۹۵۴ء کے اعلیٰ قابلیت رکھنے والے منتخب شدہ اراکین کی بہت سی مثالوں میں سے ایک ہے۔

ترکی میں اس وقت اسلام سے متعلق جو تنقیدی انداز کارفرما ہے۔ یہ اس کے صحیح فکر و عمل کی ایک محسوس مثال ہے، اور ساتھ ہی اس کے ایک خوش آئند، حقیقت پسند، اور معقول میلان بھی پایا جاتا ہے، جو طمانیت بخش ہے۔ اس طرزِ فکر کا کھلا اقرار وزیر اعظم مندرس کی طرف سے بھی کیا گیا ہے جب کہ اس نے ۱۹۵۳ء میں علی الاعلان اس بات کا اظہار کیا تھا کہ، "اولاً ہم ترک ہیں اور ثانیاً مسلمان"، سرکاری حلقوں میں ہر جگہ ایسے آزاد خیال اور وسیع المشرب ترک پائے جاتے ہیں جو اعلیٰ تعلیم اور فہم و فراست کے ساتھ زیادہ دیندار نہیں ہیں، جن کا انھیں

اعتراف بھی ہے۔ بعض دوسرے ایسے ہیں جو پکے مذہبی اور انتہائی صوفی منش بھی ہیں، لیکن ان سب کے دلوں میں اسلام کا احترام ہے۔ جمہوریت نے بڑی کوششوں کے بعد دین وسیاست میں علیحدگی سے متعلق جو کامیابی حاصل کی ہے، اس کو یہ برقرار رکھنا چاہتے ہیں، کیوں کہ یہ اس کو ترکی کی آئندہ صحت بخش نشو و ارتقا کے لئے نہایت اہم سمجھتے ہیں۔ ترکی کا یہ اصرار کہ پاکستان کے ساتھ جو ۲ اپریل کو معاہدہ طے پایا ہے اس کو کسی نوع سے عالمگیر اسلامیت کے معنوں میں نہ سمجھا جائے، بلکہ یہ ایک باہمی مدافعت اور مودت کا سیدھا سادہ عہد و پیمان ہے، جو جغرافی سیاسی حقائق پر مبنی ہے۔ خارجی معاملات میں ان کی طرز و روش کی یہ ایک مثال ہے قدیم یوگوسلافی، یونانی، ترکی اتحاد اور وسیع تجارتی لین دین اور اسرائیل سے مناسب تعلقات اس حقیقت پسندانہ حکمت عملی کی دوسری مثالیں ہیں۔ بعض پاکستانی اور عرب قائدین نے اس معاہدہ کو ہمہ اسلامی (Pan-Islamic) یا ہمہ تازی (Pan-Arabic) نظریہ کا رنگ دینا چاہا، مگر یہ سیاسی ہتھکنڈے معاملات کے سمجھنے میں تو غلط فہمی پیدا کر سکتے ہیں لیکن ترکی کی مستحکم حیثیت کو اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتے۔

دیہی باشندگانِ شہر و قصبات جو مختلف رجعت پسندانہ میلانات کی مذمت کیا کرتے ہیں، بسا اوقات اس امر پر بھی اپنے تاسف کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ وہ اور ان کی اولادیں اپنے گھروں میں مذہبی تعلیم اور دیندارانہ زندگی سے بے اعتنائی برتی۔ بہت سوں نے مجھ سے یہ کہا کہ ہم لوگ اور ہمارے اہل خاندان آج کل اپنے گھروں میں اسلامی تعلیم کا خاص خیال رکھ رہے ہیں، کیوں کہ ہم سب کی یہی خواہش ہے۔ اس بات کے لئے احتجاج کیا جا رہا ہے کہ تعلیمی سال کا اختتام اور ماہ صیام چونکہ ایک ساتھ واقع ہوتے ہیں، اس لئے سرکاری اور خانگی مدارس کو عارضی طور پر بند یا امتحانات کی تاریخوں کو تبدیل کیا جائے تاکہ بلاکسی رکاوٹ کے روزوں کی پابندی کی جا سکے۔ تاہم قانون میں ایسے مذہبی رسوم جو اسکول کے اوقات سے متصادم ہوں اس قسم کے انتظامات کی کوئی گنجائش نہیں، اور بہت سے لوگ یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ قانون

کو اپنی حالت پر قایم رہنے دیا جائے۔

مواضعات میں زرعی خوشحالی اور دیہی تنظیم نے قصباتی زندگی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے متعدد قصبات میں جہاں کوئی امام نہیں تھا، یا جہاں ایسے جاہل، متعصب اور کاہل الوجود اماموں کو مجبوراً اپنا پیشوا بنا لیا گیا تھا وہ اب اس قابل ہیں کہ اچھے تعلیم یافتہ اشخاص کو اس کام کے لئے زیادہ تنخواہ دے کر رکھ سکیں۔ باشندگانِ دیہات ان یا کبازانہ ریاکاریوں (Pious frauds) سے بخوبی باخبر ہیں جن کا وہ کسی وقت تختۂ مشق بنائے جاتے تھے، اب وہ ان سے اخلاصِ عمل کے طالب ہیں یا ان کی جگہ پر جدید تعلیم یافتہ اور زیادہ با اخلاص پیشوایانِ مذہبی کو مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ بہت سوں نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ اسلام اب خوب پھلے پھولے گا، کیوں کہ اس وقت قوم کی معاشی حالت نسبتاً پہلے کے کسی قدر بہتر ہے اور ان کاموں پر خرچ کرنے کی ان کے پاس کافی گنجائش بھی ہے۔ اہل قصبات کی زیادہ تعداد عربی پڑھنا نہیں جانتی، لیکن جہاں کہیں مجھے ان میں سے کسی سے ملنے کا اتفاق ہوا، خواہ وہ امام ہو یا نہ ہو، ۱۹۲۳ء کے قبل کے مدرسوں کا یا خانگی طور پر تعلیم حاصل کیا ہوا پایا گیا۔ اگر مذہب کی طرف ان کا میلانِ خاطر ہو تو یہ دیہاتی مُلّا ہمیشہ بطور اظہارِ علم کے صحیح بخاری سے متعلق ڈینگیں مارتے اور اس پر قسمیں کھاتے رہتے ہیں۔ میرے ایک مصری دوست نے کہا ہے کہ ان کے وطن میں تمام اہلِ قصبات بخاری کی قسم کھایا کرتے ہیں، جس کی بابت ان میں سے اکثر کا علم محض سماعی ہے، اور جہاں تک قسم کا تعلق ہے وہ اس کو قرآن سے زیادہ مقدس سمجھتے ہیں۔ توہم پرستی کا دیہات میں خوب زور ہے اور کسی قدر شہروں میں بھی یہ چیز پائی جاتی ہے۔ لیکن تعلیم، شفاخانے اور حفظانِ صحت کے انتظامات، ریڈیو، عمدہ رسل و رسائل، اور ہر کام میں حقیقت پسندانہ اور ناقدانہ طریق عمل کے سبب خیالات میں انقلاب اور حالات میں تبدیلی واقع ہو رہی ہے۔ یہ بات عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ تر مردوں پر صادق آتی ہے، کیوں کہ ان کے پاس کافی وقت ہے اور وہ آزادی کے ساتھ ہر طرف گھوم سکتے ہیں۔

آخر میں، ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ جن توضیحات کو پیش کیا گیا ہے ان میں ترکی کے اندر اسلامی جذبہ پیدا ہونے کی کافی شہادت موجود ہے۔ ان میں سے بعض ایسے روایاتی اور رسمی ہیں، جن کو جدید الخیال ترک، جو جمہوری اصلاحات و ادارات کو عزیز رکھتے ہیں، رجعت پسندانہ قرار دیتے جب درویشی نظامات نے شریعت کو دوبارہ بحال کرنے کے لئے ۱۹۳۰ء میں ہیجان برپا کیا تو ان کے سرغنوں کو سزائے موت دی گئی۔ جنوری ۱۹۵۴ء میں ملی جماعت کے قائدین پر مقدمہ چلایا جا کر ان کی جماعت کو غیر آئینی قرار دیا گیا۔ ان کے خلاف الزام یہ تھا کہ یہ شریعت اور دیگر اسلامی طریقوں کو جو موجودہ ترکی کے آئین و دستور کے خلاف ہیں، ملک میں دوبارہ رواج دینا چاہتے ہیں۔ فروری میں ان میں کے کئی لوگ اپنے قدامت پرستی کے اصولوں میں کسی قدر کمی کے ساتھ ایک جمہوری قومی جماعت کی تنظیم کی۔ مئی کے انتخابات میں اس جدید و آزاد خیال جماعت نے پانچ نشستیں حاصل کیں، جو تمام کے تمام کرشہر (Kirsehir) کے ضلع سے منتخب ہوئے تھے، جو وسطی اناطولیہ میں بک تاشیوں کا مرکز مانا جاتا ہے۔ جب اس کا مقابلہ ۱۹۵۰ء میں ملی جماعت کے صرف ایک نشست حاصل کرنے سے کیا جاتا ہے تو یہ ایک اچھی علامت سمجھی جاتی ہے، لیکن پالیسی پر اثر انداز ہونے کے لئے یہ تعداد مشکل کافی ہو سکتی ہے۔

بہت سے ترک دین و سیاست کے معاملہ میں راہ توسط و اعتدال کے خلوص دل سے حامی ہیں۔ سیاسی و مذہبی معاملات میں جو افراط و تفریط ہے ان کی بابت اظہار کیا جا چکا تاہم ترکی حال ہی میں انتخابات کے نازک دور سے گذر چکی ہے، جو نہایت منصفانہ طریق پر عمل میں لایا گیا۔ قبل انتخاب عوامی جمہوری مخالف جماعت کا شور و پکار صرف اس لئے تھا کہ عمومی جماعت کی آئینی جد و جہد، مالی امداد، اور اس کی صحافتی تائید کو نقصان پہنچایا جاتے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ مخالفت آئینی لحاظ سے کتنی ہی صحت پر مبنی ہو، بہت سی مخالف آوازوں کو ترکی کے سیاسی استحکام اور اسلام کے احترام کی خاطر باہم متحد کر دیا۔ باوجود چند خطرناک اندیشوں